Title	غیرملکی طلبا کی تدریس ک□ لی□ متن ک□ ا نتخاب کا مسئل□
Author(s)	Tahir, Marghoob Hussain
Citation	外国語教育のフロンティア. 2020, 3, p. 183-192
Version Type	VoR
URL	https://doi.org/10.18910/75634
rights	
Note	

The University of Osaka Institutional Knowledge Archive : OUKA

https://ir.library.osaka-u.ac.jp/

The University of Osaka

غیرملکی طلبا کی تدریس کے لیے اردو متن کے انتخاب کا مسئلہ

外国人のウルドゥー語学習者のための教材選定に関する問題

TAHIR, Marghoob Hussain

要約

外国人学生に未知の言語を教授するにあたって重要な問題は教材の選定である。どこの国でも、初等教育のために用いられる教材とは、その国での年少者に向けたものである。しかし、外国人学生というのは大学等教育機関で学んでおり、こうした初等教育の教材は適当ではない。大学生の精神的年齢や知識を考慮するとき、その精神年齢に応じた教材を選定する必要がある。また、外国語習得とは、単に言語を学ぶだけでなく、その言語による文学等、社会全般についての知識を深めることになる。したがって現地語の文学作品を通読すればよいのであるが、そうした文学作品は現地語の外国語教育を目的として執筆されていないため、外国人学生にとっては読解が困難となる。同様に、韻文や散文、歴史や社会に関する文献も、その内容は大学生の知的レベルに沿うものではあるものの、言語そのものは難解となっている。

日本人学生がウルドゥー語を学ぶ上でも、このような問題に直面する。文学をはじめとする様々な主題の作品は、初修の外国人学生の語学力を上回っているのである。このため、日本人学生はこうした文献の恩恵を被ることが困難となっている。その一方で、こうした文学作品に関する知識や、社会に関する様々な情報の習得は大学生にとって必須のものなのである。

この問題を解決するにあたっては、こうした文学や社会に関する情報について、内容は維持しつつも、平易かつ簡明なウルドゥー語によって再構成された教材を執筆することが必要と考えられる。

こうした教材の執筆にあたっては、教員側が学生の関心をくみ取りつつ、ウルドゥー文学の重要な主題を選定し、簡明な文体によって書いた文章をまず黒板に書き、これを学生の読み聞かせたうえで、覚えさせる、ということが考えられる。

本稿では、教材の事例として、ウルドゥー文学史上重要な主題であるウルドゥー近代散文の進展のきっかけを作ったと評価される「フォート・ウィリアム・カレッジ（1800年創立）」と、19世紀後半、イギリス植民地下においてインド・ムスリムの近代化運動として起こった「アリーガル運動」の指導者であるサル・サイイド・アフマド・ハーン（1817-98）についての筆者が作成した文を紹介する。

キーワード：ウルドゥー語教育、教材、フォート・ウィリアム・カレッジ、サル・サイイド・アフマド・ハーン

غیرملکی طالب علموں کو اجنبی زبان و ادب سکھانے کے لیے سب سے اہم مسئلہ ان کے لیے متن کا انتخاب ہے۔ کسی بھی ملک میں ابتدائی طور پر تدریس کے لیے جو متن موجود ہوتا ہے وہ اسی ملک وقوم کے کم عمر بچوں کے لیے تصنیف کیا جاتا ہے لیکن غیرملکی طالب علموں کو کسی یونیورسٹی اور ادارے میں زبان سکھانے کے لیے وہ مواد مناسب محسوس نہیں ہوتا کیوں کہ یونیورسٹی یا اسی معیار کے اداروں میں طالب علموں کی عمر زیادہ ہوتی ہے اور اس سے بھی اہم بات یہ ہے کہ ان کی ذہنی سطح بلند ہوتی ہے ان کے لیے بچگانہ سطح کے کسی متن کو تدریس کے لیے منتخب کرنا چنداں فائدہ مند نہیں ہوتا۔ بالغ عمر اور بالغ نظر طالب علموں کے لیے جو متن مرتب کیا جاتا ہے اس کا مقصد اسی ملک اور اسی زبان کے بولنے والے طالب علموں کو زبان و ادب کی تعلیم دینا ہوتا ہے۔ اس متن کا انتخاب اور اسے مرتب کرنے والے افراد کے سامنے غیرملکی اور غیرزبان بولنے والے طالب علموں کی تدریس کا مقصد نہیں ہوتا۔ اس کے علاوہ شاعری، ادب، تاریخ اور معاشرت کی جو کتابیں موجود ہوتی ہیں ان کے موضوعات غیرملکی طلباء کی عمر اور ذہنی سطح سے ہم آہنگ ہوتے ہیں لیکن ان کی زبان غیرملکی طلبا کی دسترس میں نہیں آسکتی۔

جاپانی طلبا کو بھی اردو زبان و ادب کی تدریس کے وقت یہی مسئلہ سامنے آتا ہے کہ شعروادب اور دوسرے موضوعات کی کتابیں غیرملکیوں کی زباندانی اور استعداد کو سامنے رکھ کر تصنیف نہیں کی جاتیں۔ اس لیے جاپانی طالب علم ان کتابوں سے زیادہ استفادہ نہیں کر سکتے۔ لیکن ان کتابوں کے موضوعات ان کے لیے اہم ہوتے ہیں اور غیرملکی طلبا اور جاپانی طلبا کو اردو ادب اور معاشرے سے روشناس کرانے کے لیے ان کتب اور موضوعات کی تدریس لازمی ہے۔

اس مسئلے کا حل تو یہی ہے کہ غیرملکی اور جاپانی طلبا کے لیے ایسی کتابیں تصنیف کی جائیں اور ایسے تراجم

کیے جائیں جن کا مواد اور موضوع یونیورسٹی کے طالب علموں کی عمر اور ذہنی سطح کے مطابق ہو لیکن ان کی زبان نہایت آسان اور سادہ ہو تا کہ مبتدی طلبا بھی اس کو سمجھ سکیں۔

ایسی کتب کو تصنیف کرنے کے لیے بہت زیادہ وقت اور سرمایے کی ضرورت ہوتی ہے اس لیے غیر ملکی طلبا کی تدریس کے لیے استاد کو چاہیے کہ وہ اپنے طلبا کی ذہنی سطح اور دلچسپی کو مدنظر رکھتے ہوئے اردو ادب کے اہم موضوعات کا انتخاب کرے اور آسان زبان میں مختصر مضامین کلاس میں تختے (board) پر تحریر کرے اور طلبا اس کو پڑھ کر سنائیں، لکھیں اور یاد کریں۔

اس وقت نمونے کے لیے ایسے ہی دو مضامین یہاں درج کیے جا رہے ہیں:

فورٹ ولیم کالج

اٹھارویں صدی میں انگریزوں نے ہندوستان پر اپنی حکومت بنا لی۔ ہندوستان ایک بہت بڑا ملک تھا۔ اس کو برصغیر (sub-continent) کہتے تھے۔ انگریز چاہتے تھے کہ وہ اس ملک پر بہت دیر تک حکومت کریں۔ اتنے بڑے ملک پر حکومت کرنے کے لیے ضروری تھا کہ جو انگریز ہندوستان میں موجود ہیں اور جو انگریز افسر برطانیہ سے حکومت کے مختلف اداروں میں کام کرنے کے لیے ہندوستان آئیں ان کو اس ملک کے لوگوں سے بات کرنے کے لیے یہاں کی زبان بولنا آتی ہو اور وہ اس ملک کی ثقافت اور معاشرت کو جانتے ہوں اور ان کو اس ملک کے باشندوں کے مزاج اور عادتوں کا بھی پتا ہو۔ اس مقصد کے لیے انگریزوں نے ہندوستان کے مشہور شہر کلکتہ میں ۱۸۰۰ء میں فورٹ ولیم کالج بنایا۔

جب یہ کالج بنا تو سب سے مشکل اور اہم مسئلہ یہی تھا کہ جو انگریز اس کالج میں پڑھنے آئیں گے ان کا نصاب کیا ہو۔ ان کو زبان اور ثقافت سکھانے کے لیے کون سی کتابیں پڑھانا چاہئیں۔

اس کالج میں بہت سے دوسرے مضامین پڑھانے کے لیے انگریزی زبان میں کتابیں موجود تھیں لیکن کالج کا اصل مقصد تو انگریزوں کو ہندوستان کی زبان اور ثقافت سکھانا تھا اور اس کے لیے کوئی کتاب نہیں تھی۔ نئی کتابیں لکھوانے کے لیے وقت کم تھا۔ اس زمانے میں ہندوستان میں شاعری کا زیادہ رواج تھا۔ لوگ شاعری کو زیادہ پسند کرتے تھے لیکن یہ شاعری بہت مشکل تھی۔ وہ انگریز جو ابھی اردو زبان بولنا اور پڑھنا سیکھ رہے تھے ان کے لیے اس شاعری کو سمجھنا ناممکن تھا۔

نثر کی کتابیں بہت کم تھیں۔ ان میں زیادہ کتابوں کا تعلق مذہب سے تھا۔ جو کالج کے نصاب کے لیے اہم نہیں تھیں۔

اس زمانے میں لوگ داستان کو بہت پسند کرتے تھے اس لیے داستانوں کی کئی کتابیں موجود تھیں۔ داستان بہت لمبی کہانی ہوتی ہے۔ داستانوں سے ہم کسی قوم کی ثقافت، رسم و رواج، زندگی گزارنے کے طور طریقے، خاندان کی زندگی، روایات اور تہواروں کے بارے میں سب کچھ جان سکتے ہیں۔ فورٹ ولیم کالج کے طلبا کو پڑھانے کے لیے داستانیں بہت فائدہ مند تھیں اس لیے یہ فیصلہ ہوا کہ داستانوں کو کالج کے نصاب میں شامل کیا جائے۔

اس فیصلے کے بعد بھی بہت بڑا مسئلہ یہ تھا کہ ان داستانوں کی زبان بہت مشکل تھی۔ فارسی، عربی اور سنسکرت کے مشکل الفاظ بہت زیادہ تھے اور ان داستانوں کی زبان کو سمجھنا انگریز طالب علموں کے لیے آسان نہیں تھا۔

انگریزوں نے طے کیا کہ ان داستانوں کا ایسی آسان زبان میں ترجمہ کروانا چاہیے جو زبان عام بول چال میں ہندوستان کے لوگ استعمال کرتے ہیں۔

اس مقصد کے لیے مسلمان اور ہندو مصنفین کو ملازمت دی گئی۔ مسلمانوں سے کہا گیا کہ وہ ترجمے میں عربی اور فارسی کے مشکل الفاظ کی جگہ اردو کے عام الفاظ استعمال کریں۔

ہندوؤں سے کہا گیا کہ وہ فارسی اور سنسکرت کے الفاظ کی جگہ ہندی زبان کے سادہ اور آسان الفاظ

استعمال کریں۔

ان ترجموں سے انگریز طالب علموں کو ہندوستان کی ثقافت اور زبان سیکھنے میں بہت مدد ملی۔

داستانوں کے ترجمے کروانے کا مقصد سیاسی تھا۔ انگریزوں نے اپنی حکومت کو مضبوط کرنے اور انگریز افسروں کی تعلیم کے لیے یہ ترجمے کروائے تھے لیکن ان سے اردو زبان اور اردو ادب کو بہت فائدہ ہوا۔

فورٹ ولیم کالج سے پہلے اردو میں نثر کی کتابیں بہت کم تھیں لیکن فورٹ ولیم کالج کی وجہ سے نثر کی بہت سی کتابیں لکھی گئیں اور پہلی مرتبہ نثر کی اہمیت سامنے آئی۔

فورٹ ولیم کالج سے پہلے اردو نثر بہت مشکل تھی اور اس کا انداز مصنوعی تھا۔ فورٹ ولیم کالج میں جو نثر لکھی گئی وہ بہت آسان، سادہ اور بول چال کی زبان سے قریب تھی۔

فورٹ ولیم کالج کا اپنا چھاپہ خانہ (printing press) تھا۔ اس لیے ترجموں کی یہ کتابیں شائع ہو کر انگریز طالب علموں کے علاوہ اردو پڑھنے والے دوسرے عام لوگوں تک بھی پہنچ گئیں۔

ان کتابوں کی آسان، سادہ اور بول چال کی زبان کو سب لوگوں نے پسند کیا۔ اور ان کتابوں کو دلچسپی سے پڑھا۔ ان کتابوں میں میر امّن کی کتاب ''باغ و بہار'' سب سے زیادہ مشہور ہوئی۔

فورٹ ولیم کالج کی وجہ سے آسان اردو نثر لکھنے کا آغاز ہوا۔

انگریز اردو زبان کو ''ہندوستانی'' کہتے تھے اس لیے فورٹ ولیم کالج کے اردو اور ہندی کے شعبہ کا نام ''شعبہ ہندوستانی'' تھا۔ اس شعبہ کے سب سے مشہور سربراہ کا نام ڈاکٹر جان گلکرسٹ تھا۔

گلکرسٹ اردو زبان کا ماہر تھا۔ اس نے ہندوستان میں کئی سال رہ کر اردو زبان سیکھی۔ گلکرسٹ کو اردو زبان سے بہت محبت تھی۔

گلکرسٹ نے اردو زبان کی گرامر کی ایک کتاب لکھی جس کا نام ''ہندوستانی زبان کے قواعد'' ہے۔ اس

کے علاوہ گلکرسٹ نے ''انگریزی ہندوستانی لغت'' بھی تصنیف کی۔ یہ دونوں کتابیں غیر ملکی طالب علموں کے ساتھ ساتھ ہندوستان والوں کے لیے بھی بہت مفید اور اہم ہیں۔

یہ کتابیں بھی فورٹ ولیم کالج سے شائع ہوئیں۔ اس کالج کے قائم ہونے سے اردو زبان اور اردو ادب کی بہت ترقی ہوئی۔ اس وجہ سے فورٹ ولیم کالج اردو زبان و ادب کی تاریخ میں بہت اہم ہے۔

سرسید اور علی گڑھ تحریک

ان کا پورا نام سرسید احمد خان ہے۔ سرسید اردو ادب کا ایک بہت مشہور اور اہم نام ہے۔ سرسید ۱۷ اکتوبر ۱۸۱۷ء کو دہلی میں پیدا ہوئے۔ جب انگریزوں نے ہندوستان کی حکومت مسلمانوں سے چھین لی تو مسلمان قوم انگریزوں اور ان کی حکومت کے خلاف ہوگئی۔ مسلمان انگریزی ثقافت، انگریزی لباس اور انگریزی زبان کو اچھا نہیں سمجھتے تھے۔ مسلمان مغربی اور انگریزی تعلیم حاصل کرنے کو بھی پسند نہیں کرتے تھے۔ مسلمانوں کا خاص طور پر مذہبی لوگوں کا خیال تھا کہ اس طرح مسلمانوں کی تہذیب اور ثقافت کو نقصان ہوگا۔

سرسید کا خیال یہ تھا کہ اگر مسلمان انگریزی زبان نہیں سیکھیں گے اور مغربی تعلیم حاصل نہیں کریں گے اور سائنس کے مضامین نہیں پڑھیں گے تو مسلمان قوم ترقی نہیں کرے گی۔

سرسید نے فیصلہ کیا کہ وہ مسلمان قوم کو یہ بات سمجھائیں گے اور مسلمان قوم کی ترقی کے لیے ہر طرح کی کوشش کریں گے۔

سرسید احمد خان نے علی گڑھ میں ایک اسکول کھولا۔ اس میں مذہبی اور مشرقی علوم کے ساتھ انگریزی زبان اور سائنس کے مضمونوں کی تعلیم بھی شروع کی۔ بہت سے لوگوں نے اس اسکول کی مخالفت کی لیکن بہت جلد یہ اسکول مشہور ہوگیا۔ یہ اسکول بعد میں کالج اور پھر یونیورسٹی بھی بنا۔ سرسید احمد خان نے مسلمان ادیبوں سے کہا کہ وہ ادب کو

مسلمان قوم کی ترقی کے لیے استعمال کریں۔ مسلمانوں کے معاشرے میں جو برائیاں ہیں وہ مسلمانوں کو بتائیں اور ان برائیوں کو ختم کرنے کی کوشش کریں۔ سر سید نے کہا کہ ادب میں بہت طاقت ہے اور ہم ادب کے ذریعے مسلمان قوم کو تبدیل کر سکتے ہیں۔

سر سید نے تیس (۳۰) سے زیادہ کتابیں اور سو (۱۰۰) سے زیادہ مضمون لکھے۔ ان میں سر سید نے مسلمانوں کو بتایا کہ ان کا ماضی کتنا شاندار تھا اور مسلم معاشرے کی روایات کتنی اچھی تھیں۔ سر سید نے مسلمانوں اور انگریزوں کے درمیان نفرت کو ختم کرنے کی بھی کوشش کی۔ جو لوگ سر سید کے خلاف تھے انھوں نے کہا کہ سر سید انگریزوں کے ساتھی ہیں۔ اور انگریز حکومت کے دوست ہیں وہ مسلمانوں کے دشمن ہیں لیکن سر سید نے اپنی کوشش جاری رکھی۔

سر سید نے ایک رسالہ بھی شروع کیا جس کا نام ''تہذیب الاخلاق'' تھا۔ آہستہ آہستہ بہت سے لوگ سر سید کی بات کو سمجھنے لگے اور ان کے ساتھی بن گئے۔ اردو کے بہت سے ادیب بھی سر سید کے ساتھ شامل ہو گئے جن میں حالی، شبلی اور نذیر احمد بہت مشہور ہیں۔ اب سر سید اکیلے نہیں تھے کئی ادیب اور دوسرے اہم لوگ ان کے ساتھ تھے جو مسلمان قوم کو تبدیل کرنا چاہتے تھے تاکہ مسلمان قوم ترقی کر سکے۔ اس طرح ایک تحریک (movement) شروع ہو گئی اسے ''علی گڑھ تحریک'' کہتے ہیں۔

علی گڑھ تحریک ہندوستان میں اردو ادب کی سب سے اہم تحریک تھی۔ یہ تحریک سیاسی تحریک بھی تھی اور ادبی تحریک بھی تھی۔ سر سید نے کوشش کی کہ مسلمان سیاسی طور پر بھی مضبوط ہوں۔ انگریزی تعلیم حاصل کر کے انگریزی حکومت کا حصہ بنیں اور ملازمت حاصل کریں اور اردو ادب میں علی گڑھ تحریک کی وجہ سے جو تبدیلیاں آئیں ان کی وجہ سے یہ اردو ادب کی اہم تحریک بن گئی۔

اس دور میں ساری دنیا میں سائنس اور عقل کی اہمیت زیادہ تھی۔ سر سید نے بھی اپنی کتابوں اور مضمونوں میں عقل اور سائنس کی اہمیت اور ضرورت کو بیان کیا۔ انھوں نے اسلام کو بھی عقل اور سائنس کے ذریعے سمجھنے کی کوشش

کی۔ یہ کوشش علی گڑھ تحریک کی بھی ایک اہم بات تھی۔

علی گڑھ تحریک میں نثر زیادہ لکھی گئی۔ سرسید نے اس بات پر بھی زور دیا کہ نثر لکھنے کا انداز سادہ اور آسان ہونا چاہیے۔ علی گڑھ تحریک سے پہلے جو نثر لکھی جاتی تھی اس پر عربی اور فارسی کا اثر بہت زیادہ تھا۔ اس نثر کا انداز شاعرانہ اور عالمانہ تھا لیکن سرسید نثر کے اس مصنوعی انداز کو پسند نہیں کرتے تھے وہ چاہتے تھے کہ نثر اتنی آسان ہو کہ عام آدمی بھی اس کو آسانی سے سمجھ سکے۔ علی گڑھ تحریک نے اس بات پر زور دیا کہ جو باتیں سچ ہیں اور حقیقت کے قریب ہیں اور جن کو انسان کی عقل مان لے ان کو ادب میں پیش کرنا چاہیے۔ سرسید نے کہا کہ بات دل سے نکلے اور دل میں جا کر بیٹھ جائے۔

علی گڑھ تحریک میں جو ادیب شامل تھے انھوں نے اسی طرح کی نثر لکھی جس سے اردو ادب اور شاعری کو بہت فائدہ ہوا اور ترقی ہوئی۔

علی گڑھ تحریک کو کامیاب کرنے کے لیے سرسید اور ان کے ساتھیوں نے سیاسی، معاشرتی اور ادبی موضوعات پر لاتعداد مضمون لکھے۔ اردو ادب میں علی گڑھ سے پہلے اس طرح کے مضمون لکھنے کا رواج نہیں تھا۔ علی گڑھ تحریک کی وجہ سے اردو میں مضمون لکھنے کا رواج شروع ہوا۔ ان مضمونوں کی وجہ سے اردو میں نئے نئے اور مختلف قسم کے موضوعات داخل ہوئے اور اردو ادب کو وسعت ملی۔

علی گڑھ تحریک کے اثر کی وجہ سے اردو میں سوانح عمریاں بھی لکھی گئیں۔ ان کا مقصد یہ تھا کہ مسلمان قوم کو بتایا جائے کہ ان کی قوم میں کتنے عظیم لوگ تھے اور ایک عظیم انسان میں کون کون سی اعلیٰ صفات اور خوبیاں ہوتی ہیں اور مسلمانوں کو چاہیے کہ اپنے اندر وہی خوبیاں پیدا کریں۔ الطاف حسین حالی اور شبلی نعمانی نے کئی اہم سوانح عمریاں لکھیں اور مسلمانوں کو ان کی تاریخ اور روایات کے بارے میں بھی آگاہ کیا۔

علی گڑھ تحریک کی وجہ سے اردو میں ادبی تنقید کا معیار بھی بلند ہوا۔ علی گڑھ تحریک کے لکھنے والوں نے

مغرب میں تنقید لکھنے والوں کے طریقے کو دیکھ کر اردو میں بھی ویسی تنقید لکھنے کی کوشش کی۔ اس زمانے میں اردو ادب کے بارے میں بہت سے مضمون لکھے گئے لیکن الطاف حسین حالی کی کتاب ''مقدمہ شعروشاعری'' بہت زیادہ اہم ہے۔ اس کتاب میں حالی نے بتایا ہے کہ اعلیٰ اور اچھی شاعری کیسی ہوتی ہے۔ شاعر کو کن چیزوں سے بچنا چاہیے۔ حالی نے یہ بھی بتایا کہ اردو کی پرانی اور روایتی شاعری میں کیا خرابیاں ہیں۔ ان کو کیسے دور کیا جائے۔ حالی نے اردو زبان کے شاعروں کو مفید مشورے دیے تاکہ شاعری کا معیار بہتر ہو اور وہ جدید زمانے اور اس کی ضرورتوں کے مطابق ہو۔ مقدمہ شعروشاعری کو اردو تنقید کی پہلی کتاب بھی کہتے ہیں۔

علی گڑھ تحریک سے پہلے اردو زبان میں کوئی اہم ناول بھی موجود نہیں تھا۔ لوگ کہانیاں اور داستانیں لکھتے تھے لیکن سرسید کے ایک ساتھی ''نذیر احمد'' نے اردو میں کئی اہم ناول لکھے۔ ایک اہم بات یہ تھی کہ انھوں نے زیادہ ناول لڑکیوں اور عورتوں کے بارے میں لکھے۔

اس وقت اکثر مسلمان لڑکیوں اور عورتوں کی تعلیم کے خلاف تھے۔ نذیر احمد نے اپنے ناولوں میں بتایا کہ عورتوں کی تعلیم ایک خاندان اور قوم کے لیے کتنی ضروری ہے۔ انگریز حکومت آنے کے بعد مسلم معاشرے پر اس کا اثر دکھانے کے لیے بھی نذیر احمد نے ایک ناول لکھا۔ اس کا نام ''ابن الوقت'' تھا۔ یہ نذیر احمد کا سب سے مشہور اور اردو ادب کا ایک بہت اہم ناول ہے۔ اس لیے ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ اردو زبان میں ناول لکھنے کی ابتدا بھی علی گڑھ تحریک سے ہوئی۔

علی گڑھ تحریک کا اثر اردو شاعری پر بھی ہوا۔ اردو شاعری میں غزل سب سے زیادہ مقبول تھی جس میں عام طور پر عشق، حسن اور تصوف کے بارے میں شعر ہوتے تھے۔ نظمیں کم لکھی جاتی تھیں اور ان کے موضوعات بھی محدود تھے اور انداز بھی پرانا تھا۔ مغربی اور انگریزی شاعری میں جدید انداز کی نظموں کی وجہ سے شاعری نے بہت ترقی کی تھی۔ سرسید نے کوشش کی کہ اردو کے شاعر بھی انگریزی کے شاعروں کی طرح نئے اور مختلف موضوعات پر نظمیں لکھیں۔ اس طرح علی گڑھ تحریک کی وجہ سے اردو زبان کے شاعروں نے بھی نئی طرح کی اور نئے موضوعات پر نظمیں

لکھنا شروع کیں۔ جن شاعروں نے ایسی نظمیں لکھیں ان میں حالی کا نام سب سے زیادہ اہم ہے۔ حالی، غالب کے شاگرد، سرسید کے دوست اور اردو کے مشہور شاعر تھے۔

حالی نے قومی اور معاشرتی موضوعات پر بہت سی نظمیں لکھیں۔ ان کی ایک طویل نظم ''مسدس حالی'' اردو شاعری کی بہت اہم نظم ہے۔ اس نظم کو تمام لوگوں نے بہت پسند کیا۔ حالی نے اردو غزل میں بھی عشق اور تصوف کے پرانے موضوعات کو چھوڑ کر قومی اور معاشرتی موضوعات کو اردو غزل میں داخل کیا۔

علی گڑھ تحریک کی وجہ سے اس زمانے میں شاعروں نے وطن کی محبت اور نیچر (nature) پر بھی نظمیں لکھیں۔ اس طرح اردو نظم کو بہت ترقی ملی۔

اردو نثر اور اردو نظم کو علی گڑھ تحریک نے ہی نئے زمانے کے مطابق بنایا۔ جو شاعر اور نثر نگار علی گڑھ تحریک میں شامل نہیں تھے ان پر بھی اس تحریک کا اثر ہوا۔

جدید اردو نثر اور شاعری میں جو ترقی نظر آتی ہے اور اب اردو ادب کا جو معیار ہے اس تک پہنچنے کے لیے اردو ادب علی گڑھ تحریک کا شکرگزار ہے۔

❀ ❀ ❀